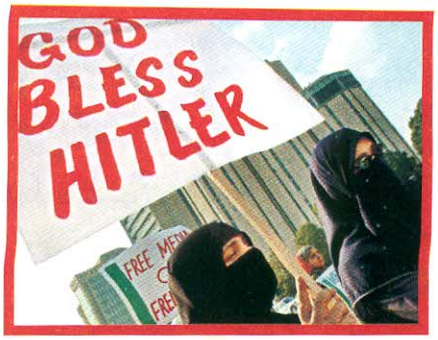

# اسلام انتہا پسندی اور مغرب

جان ایل ایسپوسیٹو

پچھلے سال واشنگٹن پوسٹ اوراے بی نیوز نے ایک سروے کا اہتمام کیا جس کے نتائج کے مطابق عام طور پر امریکہ کی نصف آبادی اسلام کے بارے میں غیر موافقانہ رائے رکھتی ہے۔ یہ وہ تعداد ہے جس میں اضافہ ہوا۔ 9/11 کے بعد ایسی فضا میں یہ ثابت کرنا مشکل ہوگیا کہ مسلمانوں کی اکثریت دہشت گردی اور تشدد کے اسی طرح خلاف ہے، جس طرح کہ باقی دنیا اور غیرمسلم دنیا کے لیے یہ جاننا مشکل ہوگیا ہے کہ اس عظیم عالمی مذہب کو سمجھنے کا آغاز کہاں سے کریں۔

عیسائیت اور یہودیت کی طرح اسلام کا آغاز مشرق وسطیٰ سے ہوا۔ ایف ای پیٹرز (F. E. Peters) نے اپنی کتاب ''اولاد ابراہیم'' (Children of Abraham) میں بہت سی مشترکہ چیزوں کو بیان کیا ہے۔ مسلمان، عیسائیوں اور یہودیوں کی طرح حضرت ابراہیم کے خدا کی پرستش کرتے ہیں۔ اسلام کو ابراہیمی دین کا تسلسل قرار دیا گیا ہے۔ یہ کوئی نیا مذہب نہیں ہے۔ مسلمان بائبل میں مذکور انبیاء کو مانتے ہیں، حضرت موسیٰ پر خدا کی نازل ہونے والی مقدس کتاب کو بھی مانتے ہیں اور اسی طرح حضرت عیسیٰ کو بھی مانتے ہیں۔ عیسیٰ اور مریم مسلمانوں کے عام نام ہیں۔

مسلمانوں کے مطابق اسلام کے پانچ ستون ہیں۔ جو بڑے واضح ہیں۔ مسلمان بننے کے لیے یہ بنیادی کلمہ پڑھنا ضروری ہے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں)۔ اس کلمہ سے اسلامی عقیدے کی دو بنیادوں کا پتہ چلتا ہے۔ ایک سچے خدا کی عبادت اور دیگر ہر شے (دولت، دنیاوی مستقبل، انا وغیرہ) کو خدا سمجھنے سے انکار اور دوسرے نبی کریم ﷺ کی غیر معمولی اہمیت۔

حضرت محمد ﷺ کی زندگی مسلمانوں کے لیے ایک مثالی نمونہ ہے، جیسے حضرت عیسیٰ کی زندگی عیسائیوں کے لیے نمونہ ہے۔ اس فرق کے ساتھ کہ مسلمان نبی ﷺ کو عالم انسانیت ہی کا ایک بے مثال نمونہ سمجھتے ہیں۔ آپ ﷺ کو مسلمان ایک مثالی خاوند، مثالی باپ اور دوست، عظیم سیاسی لیڈر اور عظیم قاضی قرار دیتے ہیں۔

مسلمانوں کے دلوں میں حضرت محمد ﷺ کی جو عظمت ہے، اس کا اندازہ ہمیں اس رد عمل سے ہوتا ہے، جس کا اظہار انہوں نے ۱۹۸۸ء میں سلمان رشدی کے ناول ''شیطانی آیات (Satanic Verses)، ڈنمارک کے ایک اخبار میں چھپنے والے کارٹون اور پوپ بینڈکٹ کے بیان —— جس میں انہوں نے ایک قدیم بازنطینی بادشاہ کے حوالے سے برائی اور غیرانسانی اخلاق لانے کا ذمہ دار آپ ﷺ کو قرار دیا (معاذ اللہ) —— پر کیا۔ یہ ردعمل مسلمانوں کی عظیم اکثریت کی طرف سے سامنے آیا نہ کہ کسی انتہا پسند گروہ کی جانب سے۔

آپ ﷺ کی شخصیت عصر حاضر سے جو مطابقت رکھتی ہے، اس کا اندازہ آرم سٹرانگ کی کتاب ''محمد: ہمارے عہد کے رسول'' (Muhammad: A Prophet of our Time) اور طارق رمضان کی کتاب ''پیغمبر کے نقوش پا'' (In the Footsteps of Prophet) سے مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

اسلام کے تین دیگر ستون درج ذیل ہیں:

۱) نماز: اس کی ادائیگی دن میں پانچ دفعہ کی جاتی ہے۔

۲) زکوٰۃ: سالانہ ٹیکس کی صورت میں اس سے غریبوں کی مدد کی جاتی ہے۔

۳- روزہ: رمضان کے مہینوں میں رکھا جاتا ہے۔

اور پانچواں ستون یہ ہے کہ مسلمان زندگی میں ایک دفعہ حج ادا کرتے ہیں۔

مغرب نے اسلام کو عرب دنیا کا مذہب قرار دینے کی کوشش کی، جب کہ زیادہ تر مسلمان پاکستان، انڈونیشیا، بنگلہ دیش، انڈیا اور نائیجیریا میں پائے جاتے ہیں۔ اس وقت دنیا میں مسلمانوں کی آبادی 1.3 بلین ہے جس میں عرب مسلمانوں کی تعداد 1/5 ہے۔ اسلام یورپ میں دوسرا اور امریکہ میں تیسرا بڑا مذہب ہے۔

(اسی طرح) اسلام کے نام پر عورتوں سے جو سلوک روا رکھا جاتا ہے وہ ہر جگہ ایک سا نہیں ہے۔ بعض مسلم ممالک مثلاً سعودی عرب میں عورت کے لیے مکمل طور پر اپنے وجود کو چھپانا ضروری ہے، وہ نہ کار چلاسکتی ہے، نہ ووٹ کے لیے جدوجہد کرسکتی ہے،

لیکن کچھ مسلم ممالک میں عورتیں آزادی کے ساتھ سیاست میں حصہ لے سکتی ہیں، موٹر سائیکل چلا سکتی ہیں اور ساڑھی، پینٹ، شرٹ سمیت ہر طرح کا لباس پہن سکتی ہیں۔ مصر، شام، ایران، ترکی، ملائیشیا اور انڈونیشیا میں عورتیں یونیورسٹی کی تعلیم حاصل کر سکتی ہیں، اور پیشہ ورانہ ملازمت بھی کر سکتی ہیں، پاکستان، بنگلہ دیش، ترکی اور انڈونیشیا میں عورتیں سربراہ مملکت بھی رہ چکی ہیں۔

مسلمان جہاد کو اسلام کا چھٹا ستون سمجھتے ہیں۔ مسلمانوں کی مقدس کتاب قرآن مجید میں جہاد کا مفہوم خدا کی رضا کے لیے جد وجہد کرنا، نیک زندگی گزارنا، عدل پر مبنی معاشرے کا قیام اور اسلام اور مسلمانوں کا دفاع پر محیط ہے۔ تاہم ماضی میں مسلم حکمرانوں نے جہاد کی اس اصطلاح کو مسلمان علماء کی مدد سے اپنی سلطنتیں وسیع کرنے کے لیے مقدس جنگ کے طور پر استعمال کیا۔ دور حاضر میں اسامہ بن لادن جیسے انتہا پسند اسلام کو اپنی جنگ کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ میری کتاب ''غیر مقدس جنگ: دہشت گردی خدا کے نام پر'' (Unholy War: In the Name of God)، اس موضوع کا تجزیہ کرتی ہے، جس طرح فواز جرجز (Fawaz Gerges) کی کتاب ''جہادیوں کا سفر: مسلمانوں کے اندر عسکریت پسندی'' (Journey of Jehadist) بھی اس موضوع کا احاطہ کرتی ہے۔ گیلپ ورلڈ پول اس حوالے سے ایک ارب سے زیادہ مسلمانوں کے جذبات ونقطہ ہائے نظر پر کچھ روشنی ڈالتا ہے۔ برسوں کے مطالعہ کے بعد میری رائے یہ ہے مسلمانوں کی یورپ سے دشمنی سیاسی بنیادوں پر ہے، نہ کہ مذہبی بنیادوں پر اور مسلمان مغرب سے یہ چاہتے ہیں کہ وہ ان کے مذہب اسلام کا احترام کرے۔

9/11 کے بعد اسلام اور انتہا پسندی کو الگ کرنا بہت اہم ہے۔ صرف اسی صورت میں مغرب اس قابل ہوگا کہ وہ دنیا بھر میں مسلم اکثریت کو خود سے دور کرنے، مغرب میں مسلمان شہریوں کو دیوار سے لگانے اور عالمی دہشت گردی کے خلاف جنگ میں اتحادیوں کو ناراض کرنے سے محفوظ رہ سکے گا۔

(جان ایسپوسیٹو، جارج ٹاؤن یونیورسٹی واشنگٹن میں اسلامیات کے استاد ہیں اور یونیورسٹی کے مرکز برائے مسلم مسیحی تعلقات کے بانی ڈائریکٹر ہیں)

سترہویں صدی میں جو مذہبی تبدیلی رونما ہوئی اسے غلطی سے ایک منفی واقعہ یا مسیحیت کی پسپائی سمجھا گیا۔ یہ دیکھنے کی کوشش نہیں کی گئی کہ فطرت انسانی مذہبی خلا سے متنفر ہے اور نتیجتاً جب کسی معاشرہ کا آبائی مذہب پس پشت جا پڑتا ہے تو جلد یا بدیر کوئی دوسرا مذہب یا مذاہب اس کی جگہ لے لیتے ہیں۔ میرے نقطہ نظر سے یورپ میں مسیحیت کی پسپائی سے جو خلا پیدا ہوا تھا وہ تین مذاہب کے فروغ سے پر ہو گیا۔ جنہیں سائنس اور حرفیات کے مربوط اطلاق سے ناگزیر ترقی کا عقیدہ، و طینت اور اشتراکیت کہا جاسکتا ہے۔

مغربی اذہان کے لیے کسی معاشرے میں بیک وقت ایک سے زائد مذاہب کی موجودگی کو قبول کرنا ایک مشکل امر ہے کیونکہ مغرب کے آبائی مذہب میں مسیحیت تینوں علیحدگی پسند یہودی مذاہب سے زیادہ پرتشدد رہی ہے۔ مغرب میں مذہبی رواداری پر عمل اور اس آدرش کی طرف رجوع کرنا، سترہویں صدی میں کیتھولک، پروٹسٹنٹ مذہبی محاذ آرائی کے خلاف رد عمل کا منفی پہلو تھا۔ اس کے بر خلاف زیادہ تر غیر مسیحی ممالک میں ایک سے زاہد مذاہب کا بیک وقت وجود ایک معمول کی بات تھی یہاں تک کہ اسلام، جو مسیحیت کی طرح یہودی توحیدی مذاہب کی خودپسندی کا امین ہے، قرآن کی رو سے یہودی مذاہب یعنی یہودیت اور مسیحیت کے ساتھ رواداری کا سلوک کرنے کا پابند ہے بشرطیکہ ان کے پیرو مسلمانوں کے سیاسی تسلط کو قبول کرلیں۔ قبل مسیحی یونانی رومی دنیا میں اور ہندوئوں کے یہاں مشرقی ایشیا میں کئی مذاہب اور فلسفوں کا وجود ایک معمول کی بات تھی۔ اشتراکی چین سے قبل بدھ مت کا فلسفہ تائوازم کے مقامی مذہب میں کنفیوشیت کے سرکاری فلسفے کے ساتھ صلح و آشتی کے ساتھ موجود رہا۔ جاپان میں بدھ مت اورشنتو مذہب کے ساتھ اشتمالی تعاون کے ساتھ رہا اور توکوگاوا کی حکومت میں نو کنفیوشیت کو میرے خیال کے مطابق بدھ مت اور شنتو کے مساوی مرتبہ حاصل تھا۔

(آرنلڈ ٹوئن بی بنام دانیسا کواکیدا)